Al-Mahdi Research Journal (MRJ)

Vol 5 Issue 4 (April-June 2024)

HJRS HEC Journal Recognition System
Category Y

ISSN (Online): 2789-4150
ISSN (Print): 2789-4142

An Analytical Review of Maulana Abdul Haq Dār Mangī's Interpretative Insights on the Events of Ashāb al-Kahf and Dhul-Qarnayn

واقعہ اصحاب کہف وذوالقرنین سے متعلق مولانا عبدالحق دار منگیؒ کے تفسیری نکات کا علمی جائزہ

Muhammad Tayeb
PhD Scholar, Qurtaba University for Science and Information Technology, Peshawar

Prof. Dr. Mushtaq Ahmad
Dean, Faculty of Social Sciences, Qurtaba University for Science and Information Technology, Peshawar

Abstract

The Holy Qurʾān stands as a beacon of guidance, its verses a divine roadmap leading humanity from the shadows of disbelief and polytheism into the radiant embrace of monotheism. With the words, "A Book, We have sent down to you so that you may lead people out of the darkness into the light, by the permission of their Rab (Lord), to the path of the Almighty, the Praiseworthy" (Qurʾān 14:1), Allah bestows upon mankind a guidebook for all facets of life. This sacred text transcends time and borders, offering insights into beliefs, laws, politics, economics, ethics, and social interactions. Its pages weave tales of past civilizations, not as mere history lessons, but as profound narratives laden with wisdom and guidance. Among these tales are the poignant stories of the People of the Cave and the enigmatic figure of Dhul-Qarnayn, recounted in Sūrat al-Kahf. Maulana Abdul Haq's exegesis, "Tafsīr Dār Mangī," delves deep into these narratives, offering interpretations that resonate with seekers of truth. Through meticulous research and profound insight, Haq illuminates the lessons embedded within these tales, enriching our understanding of the Qurʾān's timeless wisdom. In exploring his elucidations, we embark on a journey of discovery, guided by the light of divine revelation and the scholarly wisdom of Maulana Abdul Haq.

Keywords: Ashāb al-Kahf, Dhul-Qarnayn, Tafsīr Dār Mangī, Maulānā Abdul Ḥaq

قرآن کریم ایک جامع کتاب ہے۔اور نزول قرآن کا مقصد ہی لوگوں کو صحیح راستے پر گامزن کرنا انھیں کفر وشرک کے اندھیروں سے نکال باہر کرکے نورِ توحید سے منور کرنا باطل عقائد و نظریات ،عادات و اخلاق کا قلع قمع کرکے اسلام کے صاف وشفاف نظریات اوراخلاق و کردار کے اعلیٰ معیار پر لانا ہے۔جیسا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ: **كِتابٌ أَنْزَلْناهُ إِلَيْكَ لِتُخْرِجَ النَّاسَ مِنَ الظُّلُماتِ إِلَى النُّورِ بِإِذْنِ رَبِّهِمْ إِلى صِراطِ الْعَزِيزِ الْحَمِيدِ۔**[1]، ترجمہ:"ایک کتاب ہے کہ ہم نے تمہاری طرف اتاری کہ تم لوگوں کو اندھیروں سے اجالے میں لاؤان کے رب کے حکم سے اس کی راہ کی طرف جو عزت والا سب خوبیوں والا ہے"۔

Dean, Faculty of Social Sciences, Qurtaba University for Science and Information Technology, Peshawar

قرآن کریم تمام انسانوں کی ہدایت اور راہنمائی کے لئے ہے۔اس لئے اس کے ہر پہلو کو انتہائی واضح رکھا گیا ہے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ : **وَنَزَّلْنا عَلَيْكَ الْكِتابَ تِبْياناً لِكُلِّ شَيْءٍ وَهُدىً وَرَحْمَةً وَبُشْرى لِلْمُسْلِمِينَ ۔**[2] ترجمہ:"اورہم نے تم پر یہ قرآن اتارا کہ ہرچیز کا روشن بیان ہے اور ہدایت اور رحمت اور بشارت مسلمانوں کو"
الغرض انسانوں کی ہدایت کے لئے انسان کی زندگی کی تمام پہلوں عقائد،احکام،سیاسیات،معاشیات،اخلاقیات،معاملات اور پچھلے اقوام کے قصص کا احاطہ کیا گیا ہیں۔**تِلْكَ مِنْ أَنْباءِ الْغَيْبِ نُوحِيها إِلَيْكَ ما كُنْتَ تَعْلَمُها أَنْتَ وَلا قَوْمُكَ مِنْ قَبْلِ هذا**[3] ترجمہ:"یہ غیب میں سے کچھ خبریں ہیں جو ہم تمہاری طرف وحی کرتے ہیں ۔ اس سے پہلے نہ تم انہیں جانتے تھے"

چونکہ قرآن کریم قصے کہانیوں اور تاریخ کی نہیں بلکہ ہدایت کی کتاب ہے۔اس لئے تاریخ کی ان پہلوں کو ذکر کیا جاتا ہے اوراس انداز میں بیان کیا جاتا ہے جس سے قوم کو ہدایت کا سامان فراہم ہوتا ہو۔انہی تاریخی واقعات میں اہم واقعات اصحاب کہف اور ذوالقرنین کے واقعات ہے جو سورۃ کہف میں بیان کئے گئے ہیں۔پھر ہر مفسر نے اپنی تفسیری منہج اور مزاج کے مطابق ان تفصیلات پر روشنی ڈالی ہیں۔اس ارٹیکل میں مولوی عبدالحقؒ[4] کے اصحاب کہف اور ذوالقرنین کے متعلق تفصیلات اور تحقیقات کو قرطاس کا زینت بنایا گیا ہے جو انہوں نے اپنی معرکۃ الاراء تفسیر "تفسیر دار منگی"[5] میں لکھی ہیں۔اور ان کے ساتھ دوسرے مفسرین کی آرء کو بھی نقل کی گئی ہیں۔

کلیدی الفاظ (Keywords): اصحاب کہف، ذوالقرنین، یاجوج ماجوج، دقیانوس، تفسیر دار منگی، مولانا عبدالحقؒ،

رقیم کی لغوی معنی:

مولانا عبدالحق دار منگیؒ اپنی تفسیر میں "أَنَّ أَصْحَابَ الْكَهْفِ وَالرَّقِيمِ": کے تحت یوں رقم طراز ہے کہ رقیم لغتِ روم میں کتے کو کہا جاتا ہے، قاموس میں لکھا ہوا ہے کہ رقیم اصحاب کہف کے گاؤں یا ان کے پہاڑ کا نام تھا، یا ان کا کتا تھا، یا اس میدان اور صحرا کا نام تھا، یا اس پتھر کے تختی، یا قلعہ کا نام تھا جس میں ان کے نام ونسب، ان کا دین اور جس وجہ سے بھاگ کر غار میں پناہ لیا تھا کے بارے میں لکھا گیا تھا اور وہ اس غار کے منہ میں رکھا ہوا تھا۔[6]

مفسیرین کے اقوال: مولانا احمد سعید دہلوی(1952ء۔1888ء)فرماتے ہیں کہ مفسرین کی اکثریت کے مطابق اصحابِ کہف اور اصحاب الرقیم ایک ہی ہیں ۔ایک رائے میں رقیم ایلہ کے قریب ایک وادی کا نام ہو سکتا ہے یا اس جگہ بنائی گئی کسی عمارت کا نام ہے یا کسی پہاڑ کا نام یا پھر کسی اور آبادی کا نام ہے ہو سکتا ہے۔[7]

مولانا عبد الماجد دریابادیؒ(1977ء۔1892ء)کے مطابق اخباروں میں جولائی 1963 میں یہ خبر ایران کے محکمہ آثارِ قدیمہ کے حوالے سے شائع ہوئی ہے کہ وہاں ایک غار کھدائی کے دوران نمودار ہوا ہے جو کہ شہر عمان سے نو کلو میٹر دور ہے جس کے بارے میں یہ گمان کیا جارہا ہے کہ یہ ہو سکتا ہے کہ یہ اصحاب کہف ہی کا غار ہے۔[8]

مولانا ابوالکلام آزادؒ فرماتے ہیں ہیں کہ قرآن نے "الرقیم" کا لفظ "کہف" کے ساتھ کہا ہے اور بعض آئمہ تابعین کے نزدیک اس کا یہی مطلب گیا ہے کہ ممکن ہے کہ یہ ایک شہر کا نام ہے چونکہ رقیم نام کا کوئی مشہور شہر نہیں تھا، اس لیے بہت سے مفسرین کا خیال ہے کہ اس کا مطلب "کتابت" ہے یعنی کوئی کتبہ ان کے غار پر لگا دیا گیا تھا۔ اس لیے یہ کتبہ والے کے نام سے مشہور ہوئے۔ اگر مفسرین نے تورات کا حوالہ دیا ہوتا تو انہیں معلوم ہو جاتا کہ "رقیم" اور "راقیم" ایک ہی لفظ ہیں اور یہ ایک حقیقی شہر کا نام تھا۔ یہ شہر بعد میں "پیڑا" کے نام سے مشہور ہوا اور عربوں نے اسے "بطرا" کہنا شروع کر دیا۔ عالمگیر جنگ کے بعد آثارِ قدیمہ کی تحقیقات میں کئی نئی دریافتیں ہوئی ہیں، جن میں سے ایک "پیڑا" نامی شہر کی دریافت بھی شامل ہے۔ اس شہر کی کھدائی نے تاریخ اور مذہب کے بارے میں بحث ومباحثہ اور تحقق کی نئی راہیں کھولی ہیں۔ جزیرہ نما سینا اور خلیج عقبہ سے شمال کی طرف جاتے ہوئے، دو پہاڑی سلسلے متوازی طور پر شروع ہوتے ہیں اور زمین کی سطح بلندی کی طرف بڑھنا شروع ہو جاتی ہے۔ یہ علاقہ نبطیوں کا مسکن تھا، اور ان کی ایک پہاڑی چوٹی پر "راقیم" نامی شہر واقع تھا۔ دوسری صدی عیسوی میں، جب رومیوں نے شام اور فلسطین کو ضم کیا ،تو "راقیم" نے دوسرے شہروں کی طرح ایک رومی نو آبادی کی شکل اختیار کر لی۔ اس دور میں، "پیڑا" کے نام سے اس کے شاندار مندروں اور تھیٹروں کی شہرت دور دور تک پھیل گئی۔

640ء میں جب مسلمانوں نے یہ علاقہ فتح کیا تو "راقیم" کا نام بہت کم زبانوں پر رہا تھا۔ یہ رومیوں کا پیڑا اور عربوں کا بطرا تھا۔ جنگ کے بعد سے اس علاقہ کی از سرِ نو اثری پیمائش کی جاری رہی ہے اور نئی نئی باتیں روشنی میں آرہی ہیں۔ ازاں جملہ اس علاقہ کے عجیب وغریب غار ہیں جو دور دور تک چلے گئے ہیں اور نہایت وسیع ہیں نیز اپنی نوعیت میں ایسے واقع ہوئے ہیں کہ دن کی روشنی کسی طرح بھی ان کے اندر نہیں پہنچ سکتی۔ ایک غار بھی دریافت ہوا ہے جس کے دہانے کے قریب قدیم عمارتوں کے آثار اور بے شمار ستونوں کی بنیادیں پائی گئی ہیں۔ خیال کیا جاتا ہے کہ یہ ایک معبد تھا جو وہاں تعمیر کیا گیا تھا۔ اس شناخت کے بعد، یہ بات فطری طور پر سامنے آتی ہے کہ اصحاب کہف کا واقعہ اسی شہر میں پیش آیا تھا اور قرآن نے اس کا نام "الرقیم" بتایا تھا۔[9]

قصہ اصحاب کہف: مولانا دار منگیؒ تفصیلات کی طرف اشارہ کرتے ہوئے لکھتے ہے کہ: "وَهَيِّئْ لَنَا مِنْ أَمْرِنَا رَشَدًا": ان کا قصہ کچھ یوں ہے کہ دقیانوس بادشاہ نے شہر افسوس پر قبضہ کرنے کے بعد اس میں ایک بت خانہ بنالیا اور اس شہر کے باشندوں کو اس میں پوجا پاٹ کرنے کا حکم صادر کیا۔ اس شہر میں چھ (6) نوجوان جو بہت نیک اور نیک لوگوں کی اولاد تھی وہ صرف ایک اللہ کی عبادت کرتے تھے اور لوگوں کو بھی توحید کی دعوت دیتے اور انھیں بت پرستی سے منع کرتے تھے۔ آخر کار دقیانوس کو پتہ چلا تو ان کو بلا کر ان کے سامنے اپنا دین پیش کر دیا لیکن انہوں نے قبول کرنے سے انکار کیا۔ دقیانوس نے انہیں خوب غور وفکر اور تبدیلی دین کے لئے دو دن کی مہلت دی۔ اسی اثنا دقیانوس دوسرے شہر چلا گیا تو یہ نوجوان موقع کو غنیمت جان کر اپنے اس شہر سے نکل گئے۔ راستے میں ایک چرواہا اور اس کا کتا بھی ان کے ساتھ ہو گیا۔ کتے کو اللہ تعالیٰ نے قوت گویائی دی۔ اور اس نے کہا کہ مجھے اپنے سے دور نہ کرو میں تمہاری چوکیداری کروں گا، سب روانہ ہوئے تو چرواہے نے کہا کہ مجھے ایک غار معلوم ہے چلو چھپنے کے لئے اس کے اندر چلتے ہیں۔ سب اس تجویز سے متفق ہوئے اور غار کے اندر چلے گئے۔[10]

مفسرین کی رائے:

مولانا شبیر احمد عثمانی(1886-1949) نے بھی اصحاب کہف کا ذکر کرتے ہوئے کہتے ہیں، یہ نوجوان روم کے کسی ظالم وجبار بادشاہ کے دور میں رہتے تھے، جس کا نام کچھ لوگوں نے "دقیانوس" بتایا ہے۔[11]

مولانا عبد الماجد دریابادی رحمۃ اللہ علیہ نے اصحاب کہف کے واقعے کی کچھ وضاحت پیش کی ہے۔ ان کے مطابق، رومی شہنشاہ ڈیسیس (DECIUS) یا دقیانوس(متوفی 351عیسوی) بت پرستی کا سخت پیروکار تھا۔ اس کے دور میں مسیحیت سلطنت روم میں پھیل رہی تھی۔ اس نے عیسائیوں پر ظلم وستم شروع کر دیا۔ اس سے تنگ آکر کچھ شریف نوجوان شہر سے نکل کر قریب کے پہاڑی غار میں پناہ لینے پر مجبور ہو گئے۔ وہاں ایک غیر معمولی اور خارق العادۃ نیند ان پر غالب آگئی اور وہ کچھ زیادہ تین سو سال تک سوتے رہے۔ جب وہ ایک اعجازی انداز میں جاگے تو خود رومی حکومت کا مذہب اس طویل مدت میں شرک سے مسیحیت میں تبدیل ہو چکا تھا اور اس وقت حکمراں شہنشاہ تھیوڈوسیس (متوفی 450عیسوی) تھا۔ لیکن حافظ ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی رائے یہ ظاہر کی

CC BY

ہے کہ یہ واقعہ ظہورِ مسیح ﷺ سے پہلے دورِ یہودیت کا ہے، ورنہ یہود اتنا اس کی تلاش میں نہ رہتے اور اس کی طرف اتنی توجہ اور التفات نہ کرتے۔[12]

مولانا اشرف علی تھانویؒ کے مطابق، غار کی داہنی اور بائیں جانب کی سمت اس بات پر منحصر ہے کہ آپ غار میں داخل ہو رہے ہیں یا اس سے باہر نکل رہے ہیں۔ لہٰذا تقدیر اول کے لحاظ سے اگر آپ غار میں داخل ہو رہے ہیں تو اس صورت میں، غار کا رخ شمال ہو گا، اور داہنی جانب مشرق اور بائیں جانب مغرب ہو گا۔ اگر آپ غار سے باہر نکل رہے ہیں، تو اس صورت میں، غار کا رخ جنوب ہو گا، اور داہنی جانب مغرب اور بائیں جانب مشرق ہو گا۔ اگر غار کا رخ شمال ہو (تقدیر اول)، تو طلوع آفتاب کے وقت داہنی جانب (مشرق) اور غروب آفتاب کے وقت بائیں جانب (مغرب) پر سورج کی روشنی پڑے گی۔ اگر غار کا رخ جنوب ہو (تقدیر ثانی)، تو طلوع آفتاب کے وقت بائیں جانب (مشرق) اور غروب آفتاب کے وقت داہنی جانب (مغرب) پر سورج کی روشنی پڑے گی۔ مولانا تھانویؒ کا خیال ہے کہ غار کی داہنی اور بائیں جانب کی سمت کا تعین کرنے کا مقصد اس بات کا تعین کرنا ہے کہ غار کتنا محفوظ ہے۔ اگر غار کا رخ شمال ہو (تقدیر اول)، تو طلوع آفتاب کے وقت داہنی جانب (مشرق) اور غروب آفتاب کے وقت بائیں جانب (مغرب) پر سورج کی روشنی پڑے گی۔ اس کا مطلب ہے کہ غار کا اندرونی حصہ صبح کے وقت سورج کی روشنی سے محفوظ رہے گا، اور شام کے وقت غروب آفتاب کی روشنی سے محفوظ رہے گا۔ اگر غار کا رخ جنوب ہو (تقدیر ثانی)، تو طلوع آفتاب کے وقت بائیں جانب (مشرق) اور غروب آفتاب کے وقت داہنی جانب (مغرب) پر سورج کی روشنی پڑے گی۔ اس کا مطلب ہے کہ غار کا اندرونی حصہ شام کے وقت غروب آفتاب کی روشنی سے محفوظ رہے گا، اور صبح کے وقت سورج کی روشنی سے محفوظ رہے گا۔ یعنی غار کا رخ غار کے اندرونی حصے کی حفاظت کا تعین بھی کرتا ہے۔[13]

مولانا احمد سعید دہلویؒ کی تفسیر میں رقم ہے کہ اصحاب کہف کا غار ایسی جگہ پر واقع ہے اور اس کا رخ اس طرح ہے کہ غروب آفتاب اور طلوع آفتاب کے وقت سورج کی روشنی ان پر نہیں پڑتی، جس سے وہ محفوظ رہتے ہیں۔ وہ ایک وسیع جگہ میں ہیں، جو پہاڑ کے اندر ایک غار ہے۔ غار کے کچھ حصے تنگ اور کچھ وسیع ہوتے ہیں، اور اصحاب کہف ایک وسیع اور کشادہ حصے میں ہیں جہاں روشنی اور ہوا دونوں موجود ہیں۔[14]

مولانا عبدالماجد دریابادی رحمۃ اللہ علیہ نے اصحاب کہف کے غار کی جگہ اور رخ کے بارے میں انتہائی عمدہ وضاحت پیش کی ہے۔ ان کے مطابق، پہاڑی غار اکثر ایسے ہوتے ہیں جو اندر ہی اندر بہت دور تک چلے جاتے ہیں۔ شہر افسوس کا عرض بلد 38 ڈگری شمال ہے، اور اگر غار کا رخ شمال ہو تو سورج کی شعاعیں قدرتی طور پر اس کے اندر داخل نہیں ہو سکیں گی۔ اگر غار کے اندر رہنے والے لوگ بھی شمال کی طرف رخ کریں تو وہ دھوپ کی تیزی سے محفوظ رہیں گے۔

اصحاب کہف کا واقعہ، جو اپنی جزئیات اور تفصیلات کے ساتھ بیان کیا گیا ہے، اللہ تعالی کی قدرت، حکمت اور ربوبیت کی نشانیوں میں سے ایک ہے۔

قرآن مجید نے غار کے بارے میں جو جغرافیائی تفصیلات بیان کی ہیں وہ بے معنی نہیں ہیں۔ یقیناً اس غار کی تحقیق کسی دن ہو کر رہے گی اور اس وقت ان تفصیلات کا اس پر حرف بہ حرف انطباق ہو کر رہے گا۔[15]

مولانا ابوالکلام آزادؒ نے اصحاب کہف کے غار کی جگہ اور رخ کے بارے میں انتہائی قیمتی نکات بیان کیے ہیں:

ان کے مطابق، غار ایسی جگہ پر واقع ہے اور اس کا رخ اس طرح ہے کہ سورج کی روشنی اس میں کبھی داخل نہیں ہو سکتی۔ نہ تو صبح کے وقت، جب سورج طلوع ہوتا ہے، اور نہ ہی شام کے وقت، جب سورج غروب ہوتا ہے۔ غار کا رخ شمال اور جنوب کی سمت ہے، اور اس کا ایک طرف دہانہ ہے اور دوسری طرف ہوا کا راستہ ہے۔ روشنی اور ہوا دونوں طرف سے آ سکتی ہیں، لیکن سورج کی شعاعیں کبھی بھی غار کے اندر داخل نہیں ہو سکتیں۔ اس صورت حال سے دو باتیں واضح ہوتی ہیں، ایک یہ کہ غار زندہ رہنے کے لیے ایک محفوظ اور موزوں مقام ہے کیونکہ ہوا اور روشنی کی آمد و رفت ممکن ہے، لیکن دھوپ کی تپش غار کے اندر نہیں پہنچ سکتی۔ غار کے اندر جگہ کافی کشادہ ہے، اور اس میں رہنے والوں کو جگہ کی کمی کا سامنا نہیں کرنا پڑتا۔ دوسری یہ کہ باہر سے دیکھنے والوں کے لیے غار کا اندرونی منظر ڈراؤنا ہو سکتا ہے۔ غار میں روشنی کے راستے موجود ہیں، اس لیے یہ مکمل طور پر تاریک نہیں رہتا۔ تاہم، سورج کی روشنی کبھی بھی غار کے اندر نہیں پہنچتی، اس لیے یہ مکمل طور پر روشن بھی نہیں رہتا۔ غار میں روشنی اور اندھیرے کی ملی جلی کیفیت ہوتی ہے، اور جس غار کی اندرونی فضا ایسی ہو، اسے باہر سے جھانک کر دیکھا جائے تو اندر کی ہر چیز ضرور ایک بھیانک منظر پیش کرے گی۔[16]

"فَضَرَبْنَا عَلَى آذَانِهِمْ فِي الْكَهْفِ سِنِينَ عَدَدًا .... فَمَنْ أَظْلَمُ مِمَّنِ افْتَرَى عَلَى اللهِ كَذِبًا"

ترجمہ: "سو ہم نے اس غار میں ان کے کانوں پر سالہا سال تک نیند کا پردہ ڈال دیا۔ پھر ہم نے ان کو اٹھایا تاکہ ہم معلوم کر لیں کہ ان دونوں گروہ میں کونسا گروہ ان کی رہنے کی مدت سے زیادہ واقف تھا۔ ہم ان کا واقعہ آپ سے ٹھیک ٹھیک بیان کرتے ہیں وہ لوگ چند نوجوان تھے جو اپنے رب پر ایمان لائے تھے اور ہم نے ان کی ہدایت میں اور ترقی کر دی تھی۔ اور ہم نے ان کے دل مضبوط کر دیے جب کہ وہ (دین میں) پختہ ہو کر کہنے لگے کہ ہمارا رب تو وہ ہے جو آسمانوں اور زمین کا رب ہے ہم تو اس کو چھوڑ کر اور معبود کی عبادت نہ کریں گے کیونکہ اس صورت میں ہم نے یقیناً بڑی بے جا بات کہی۔ یہ جو ہماری قوم ہے انھوں نے خدا کو چھوڑ کر اور معبود قرار دے رکھے ہیں یہ لوگ ان معبودوں پر کوئی کھلی دلیل کیوں نہیں لاتے تو اس شخص سے زیادہ کون غضب ڈھانے والا ہو گا جو اللہ پر جھوٹ تہمت لگا دے"۔

CC BY

تفسیری نکات:

"فِي الْكَهْفِ سِنِينَ عَدَدًا": روایت ہے کہ یہ تین سونو(309)سال قمری اعتبار سے سوئے رہے۔ جب بیدار ہوئے تو دو گروہ بن گئے، ایک گروہ نے کہا کہ ہم پورا ایک دن یا پورے دن سے کچھ کم سوئے رہے تھے۔ اور دوسرے گروہ کے قول کو اللہ پاک نے نہیں بیان کیا ہے۔ [17] **"وَرَبَطْنَا عَلَى قُلُوبِهِمْ"**: ہم نے ان کے دل مضبوط کر دئے تھے، وطن، مال اور اہل وعیال سے قوت اور صبر کے ساتھ اور دقیانوس جیسے ظالم کے سامنے حق کے اظہار کی جرأت کرنے کی طاقت دی تھی۔[18]

"وَإِذِ اعْتَزَلْتُمُوهُمْ وَمَا يَعْبُدُونَ إِلَّا اللَّهَ فَأْوُوا إِلَى الْكَهْفِ .... يُعِيدُوكُمْ فِي مِلَّتِهِمْ وَلَنْ تُفْلِحُوا إِذًا أَبَدًا "

ترجمہ: "اور جب تم ان لوگوں سے الگ ہوگئے ہو اور ان کے معبودوں میں سے بھی مگر اللہ سے تو تم (فلاں) غار میں چل کر پناہ لو تم پر تمہارا رب اپنی رحمت پھیلا دے گا اور تمہارے لیے تمہارے اس کام میں بھی کامیابی کا سامان درست کرے گا۔ اور اے مخاطب جب دھوپ نکلتی ہے تو تو اس کو دیکھے گا کہ وہ داہنی جانب کو بچی رہتی ہے اور جب چھپتی ہے تو بائیں طرف ہٹی رہتی ہے اور وہ لوگ اس غار کے ایک فراخ موقع میں تھے یہ اللہ تعالیٰ کی نشانیوں میں سے ہے جس کو اللہ ہدایت دے وہی ہدایت پاتا ہے اور جس کو وہ بے راہ کردیں تو آپ اس کے لیے کوئی مددگار راہ بتانے والا نہ پاویں گے۔ اور اے مخاطب تو ان کو جاگتا ہوا خیال کرتا حالانکہ وہ سوتے تھے اور ہم ان کو (کبھی) داہنی اور (کبھی) بائیں طرف کروٹ بدل دیتے تھے اور ان کا کتا دہلیز پر اپنے دونوں ہاتھ پھیلائے ہوئے تھا اگر (اے مخاطب) تو ان کو جھانک کر دیکھتا تو ان سے پیٹھ پھیر کر بھاگ کھڑا ہوتا اور تیرے اندر ان کی دہشت سما جاتی۔ اور اسی طرح ہم نے ان کو جگا دیا تاکہ وہ آپس میں پوچھ پاچھ کریں ان میں سے ایک کہنے والے نے کہا کہ تم کس قدر رہے ہوگے بعضوں نے کہا (غالباً) ایک دن یا ایک دن سے بھی کچھ کم رہے ہوں گے دوسرے بعضوں نے کہا کہ یہ تو تمہارے خدا ہی کو خبر ہے کہ تم کس قدر رہے اب اپنے میں سے کسی کو یہ روپیہ دے کر شہر کی طرف بھیجو پھر وہ شخص تحقیق کرے کہ کونسا کھانا حلال ہے سو اس میں سے تمہارے پاس کچھ کھانا لے آوے اور (سب) کام خوش تدبیری سے کرے اور کسی کو تمہاری خبر نہ ہونے دے۔ (کیونکہ) وہ لوگ کہیں تمہاری خبر پا جاویں گے تو تم کو پتھروں سے مار ڈالیں گے یا تم کو (جبراً) اپنے طریقے میں پھیر لیں گے اور ایسا ہوا تو تم کو فلاح نہ ہوگی"۔

تفسیری نکات:

"مِنْ أَمْرِكُمْ مِرْفَقًا": روایت ہے کہ جب وہ غار میں داخل ہوئیں تو نیند کا غلبہ آکر سو گئے تین (3) دن تک دقیانوس نے ان کو تلاش کیا نہ ملنے پر ان کے والدین کو پکڑ کر انہوں نے کہا کہ وہ تو ہمارے اموال بھی اپنے ساتھ لے کر اس غار میں کہیں چھپ گئے ہیں۔ دقیانوس اپنے لشکر کے ساتھ ان کے پیچھے چلے گئے، ان کو دور سے اس غار میں دیکھ لیا اور ایسا گمان ہوا کہ وہ بیدار ہوگئے ہیں۔ اس نے حکم دیا کہ غار کا منہ بند کردو تاکہ وہ اسی غار میں مر جائیں، غار کے منہ کو بند کر دیا گیا۔ دقیانوس کے قریبی ساتھیوں میں سے دو آدمی مسلمان تھے انہوں نے ایک پتھر صاف کر کے اس پر اصحاب کہف کے نام، احوال سمیت اس امید کے ساتھ لکھ کر غار کے منہ میں اس پتھر کو نصب کر دیا کہ کوئی یہاں سے گذر کر دیکھ لے گا اور ان کو غار سے نکال دے گا۔[19]

تفسیری نکات:

"وَكَلْبُهُمْ بَاسِطٌ ذِرَاعَيْهِ بِالْوَصِيدِ": مقاتل رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ہے کہ دس (۱۰) حیوانات جنت میں جائیں گے، صالح علیہ السلام کی اونٹنی، ابراہیم علیہ السلام کا بچھڑا، اسماعیل علیہ السلام کا منڈھا، موسیٰ علیہ السلام کی گائے، یونس علیہ السلام کی مچھلی، عزیر علیہ السلام کا گدھا، سلیمان علیہ السلام کی چیونٹی، بی بی بلقیس کا ہُدہُد (پرندہ)، اصحاب کہف کا کتا اور رسول اللہ ﷺ کی اونٹنی۔[20] **"وَلَمُلِئْتَ مِنْهُمْ رُعْبًا"**: یعنی ان کے دیکھنے کی طاقت کسی کو بھی نہیں ہے۔ روایت ہے کہ دقیانوس غار کے دروازے کو بند کرنے کے بعد جلد ہی مر گیا اور چند ایک باشاہ اور بھی گذر گئے پھر آخر میں ایک نیک اور صالح مسلمان بادشاہ تندروس نامی کو اللہ تعالیٰ نے پیدا فرمایا اور اس کے زمانے میں اکثر لوگ حشر کے منکر تھے۔ یہ بادشاہ جتنی بھی نصیحت کرتے ان پر اس کی نصیحت کا کچھ اثر نہیں پڑتا تھا تو انہوں نے دعا کی کہ اگر ان کو حشر کی ایک دلیل بتادی جائے تو یہ سوال اصحاب کہف کے بیداری کا باعث بنا جیسا کہ فرمایا:

" وَكَذَلِكَ بَعَثْنَاهُمْ لِيَتَسَاءَلُوا بَيْنَهُمْ .....الخ "۔[21]

"فَلْيَنْظُرْ أَيُّهَا أَزْكَى طَعَامًا": یعنی خوب غور و فکر کر لو کہ کھانا ایک پاکیزہ اور حلال کھلانے والے بندے سے لے لو۔ یہ اس لئے کہا کہ ان کے زمانے میں ایماندار لوگ بہت کم تھے اور کافر زیادہ رہتے تھے۔[22]

"وَلَنْ تُفْلِحُوا إِذًا أَبَدًا": روایت ہے کہ ان تین سونو (309) سال میں نہ تو دقیانوس بادشاہ رہ گیا تھا اور نہ مشرکوں کا غلبہ بلکہ دین عیسائیت غالب ہو گیا تھا اور عیسائی مشرکین سے زیادہ غالب تھے۔ روایت ہے کہ جب یملیخا شہر آگیا اور شہر کے دروازے، گلی کوچے، بازار اور محلے یہ سب کچھ بدلے ہوئے دیکھ لئے تو بہت حیران ہوئے پھر جب دقیانوسی روپیہ نان بائی کو دے دی تو اس (نان بائی) نے بڑے تعجب سے دوسرے آدمی کو وہ روپیہ دکھایا، اس نے ایک اور کو دکھایا، یوں ہوتے ہوتے پورے شہر میں بات پھیل گئی یہاں تک کہ حاکم وقت کو بھی خبر پہنچ گئی۔ انہوں نے یملیخا کو حاضر کر کے باقی خزانہ بھی اس سے طلب کر لیا تو اس نے جواب میں کہا کہ میں نے تو یہ ایک روپیہ کل اپنے باپ کے گھر سے لیا تھا اور آج بازار لے آیا ہوں باقی مجھے کوئی علم نہیں۔ پھر

ان سے کہا کہ باپ کا نام کیا ہے؟ اس نے جب باپ کا نام لیا تو ان میں سے کوئی بھی اس کو نہیں جانتے تھے۔ تو انہوں نے کہا کہ یہ جھوٹ بول رہا ہے، اس نے ہیبت زدہ ہو کر کہا کہ مجھے دقیانوس کے پاس لے جاو جو کہ میرے تمام احوال سے باخبر ہے۔ انہوں نے کہا کہ یہ ہم سے مذاق کر رہا ہے، دقیانوس تو تقریباً تین سو(300) سال پہلے مر چکا ہے، یملیخا نے کہا کہ تم لوگ میرے ساتھ مذاق کر رہے ہو کیونکہ ہم ایک گروہ تو کل ہی اس سے بھاگ کر گئے تھے، اور آج میں کھانا لینے آیا ہوں۔ پھر اس کو بادشاہ کے پاس لے گیا اسے یہ سب احوال بیان کر دئے، بادشاہ اپنے تمام مقربین کے ساتھ غار کی طرف روانہ ہوئے اور یملیخا غار میں سب سے پہلے چلا گیا اور سب (غار والوں) کو ان احوال کی اطلاع دی۔ بادشاہ جب غار کے منہ کے پاس پہنچ گئے اور وہاں تختی پر لکھے گئے ان کے تمام نام دیکھ کر بہت حیران ہوئے اور اندر جا کر ان کو سلام کیا اور پھر واپس باہر آ گئے۔ ان (اصحاب کہف) کی روحیں قبض کر دی گئی۔ ان کے حال بیان کرنے کے لئے "**وَكَذٰلِكَ أَعْثَرْنَا عَلَيْهِمْ ----الخ**" آیت نازل ہوئی۔[23]

"وَكَذٰلِكَ أَعْثَرْنَا عَلَيْهِمْ لِيَعْلَمُوا أَنَّ وَعْدَ اللهِ حَقٌّ ....وَلَبِثُوا فِي كَهْفِهِمْ ثَلَاثَ مِائَةٍ سِنِينَ وَازْدَادُوا تِسْعًا "

ترجمہ: "اور اسی طرح ہم نے لوگوں کو ان پر مطلع کر دیا تا کہ وہ لوگ اس بات کا یقین کر لیں کہ اللہ تعالیٰ کا وعدہ سچا ہے اور یہ کہ قیامت میں کوئی شک نہیں . وہ وقت بھی قابل ذکر ہے کہ جب کہ اس زمانہ کے لوگ ان کے معاملے میں باہم جھگڑ رہے تھے سو ان لوگوں نے یہ کہا کہ ان کے پاس کوئی عمارت بنوا دو ان کا رب ان کو خوب جانتا تھا جو لوگ اپنے کام پر غالب تھے انھوں نے کہا کہ ہم تو ان کے پاس ایک مسجد بنا دیں گے۔ عنقریب وہ کہینگے کہ وہ تین تھے چو تھا ان کا کتا تھا کچھ کہینگے کہ چار تھے پانچواں ان کا کتا تھا اور بعضے کہیں گے کہ وہ سات ہیں آٹھواں ان کا کتا ہے آپ کہہ دیجئے کہ میرا رب ان کا شمار خوب جانتا ہے ان کو بہت کم لوگ جانتے ہیں سو آپ ان کے بارے میں بجز سر سری بحث کے زیادہ بحث نہ کیجیئے اور آپ ان کے بارے میں ان لوگوں میں سے کسی سے بھی نہ پوچھیے۔ اور آپ کسی کام کی نسبت یوں نہ کہا کیجیئے کہ میں اس کو کل کروں گا۔ مگر خدا کے چاہنے کو ملا دیجیئے اور جب آپ بھول جاویں تو اپنے رب کا ذکر کیجیئے اور کہہ دیجئے کہ مجھ کو امید ہے کہ میرا رب مجھ کو (نبوت کی) دلیل بننے کے اعتبار سے اس سے بھی نزدیک تر بات بتلا دے ۔ اور وہ لوگ اپنے غار میں تین سو برس تک رہے اور نو برس اوپر اور رہے"۔

تفسیری نکات:

"لَنَتَّخِذَنَّ عَلَيْهِمْ مَسْجِدًا": پہلا قول یہودیوں کا ہے، دوسرا قول نصاریٰ کا ہے اور تیسرا قول مسلمانوں کا ہے جو کہ قرآن کریم سے نقل کرتے ہیں۔[24]

"ثَلَاثَ مِائَةٍ سِنِينَ وَازْدَادُوا تِسْعًا": قمری مہینے کے حساب سے تین سو(300) سال اور انہوں نے نو(9) سال اور بڑھا دئے تھے جو شمسی سال کا مجموعہ تین سو بنتا ہے۔[25]

"قُلِ اللهُ أَعْلَمُ بِمَا لَبِثُوا لَهُ غَيْبُ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ أَبْصِرْ بِهِ وَأَسْمِعْ مَا لَهُمْ مِنْ دُونِهِ مِنْ وَلِيٍّ وَلَا يُشْرِكُ فِي حُكْمِهِ أَحَدًا (26)

ترجمہ: "آپ کہہ دیجیئے خدا تعالیٰ ان کے رہنے کی مدت کو زیادہ جانتا ہے تمام آسمانوں اور زمین کا علم غیب اسی کو ہے وہ کیسا کچھ دیکھنے والا اور کیسا کچھ سننے والا ہے ان کا خدا کے سوا کوئی بھی مدد گار نہیں اور نہ اللہ تعالیٰ کسی کو اپنے حکم میں شریک کرتا ہے۔"

تفسیری نکات:

"قُلِ اللهُ أَعْلَمُ بِمَا لَبِثُوا": روایت ہے کہ اس آیت کے نزول کے بعد اہل کتاب نے کہا کہ ہم تین سو(300) سال تو سمجھتے ہیں لیکن اسے زیادہ کو نہیں سمجھتے تو یہ آیت **"قُلِ اللهُ أَعْلَمُ بِمَا لَبِثُوا --------- الخ"** نازل ہوگئی۔[26]

قصہ ذوالقرنین:

وَيَسْأَلُونَكَ عَنْ ذِي الْقَرْنَيْنِ قُلْ سَأَتْلُو عَلَيْكُمْ مِنْهُ ذِكْرًا ----------------------------------- فَأَتْبَعَ سَبَبًا (85)"

ترجمہ: اور یہ لوگ آپ سے ذوالقرنین کا حال پوچھتے ہیں آپ فرما دیجیئے کہ میں اس کا ذکر ابھی تمہارے سامنے بیان کرتا ہوں۔ ہم نے ان کو روئے زمین پر حکومت دی تھی اور ہم نے ان کو ہر قسم کا سامان (کافی) تھا۔ چنانچہ وہ (بارادۂ فتوحات ملک مغرب کی) ایک راہ پر ہو لیے"۔

تفسیری نکات:

"وَيَسْأَلُونَكَ عَنْ ذِي الْقَرْنَيْنِ": کفار مکہ نے یہودیوں کی وجہ سے حضور ﷺ سے ذوالقرنین کے بارے میں پوچھا۔ آپ کو ذوالقرنین اس لئے کہا جاتا ہے کہ آپ دنیا کے دونوں سروں مشرق اور مغرب کو دیکھ چکے تھے۔ بعض علماء کہتے ہیں کہ یہ لقب سکندر بادشاہ کا ہے۔[27]

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ابراہیم علیہ السلام مکہ معظمہ میں تھے کہ ذوالقرنین اس طرف آ گئے جب مکہ معظمہ کے قریب وادی ابطح پہنچ گئے تو کسی نے کہا کہ اس شہر میں ابراہیم خلیل الرحمٰن ہیں تو آپ نے کہا کہ میرے لئے اس شہر میں سوار ہو کر چلنا مناسب نہیں ہے اور سواری سے اتر کر پیدل ابراہیم علیہ السلام کے پاس چل پڑے ابراہیم علیہ السلام نے اس کو سلام کیا اور دونوں نے معانقہ کیا (یعنی دونوں بغل گیر ہوئے)، معانقہ کرنا اسی وقت سے مقرر ہوا ہے۔[28]

CC BY

مفسرین کے اقوال: مولانا اشرف علی تھانویؒ نے ذوالقرنین کے بارے میں مکمل وضاحت نہیں فرمائی۔ ان کے مطابق، ظاہری طور پر ایسا لگتا ہے کہ ذوالقرنین ایک مقبول اور طاقتور بادشاہ تھے۔ یہ ممکن ہے کہ وہ ایک نبی، ولی، یا کسی دوسرے نبی کے پیروکار ہوں۔[29]

مولانا احمد سعید دہلویؒ کا خیال ہے کہ ذوالقرنین کا لقب اسکندر یونانی کا نہیں ہو سکتا کیونکہ وہ ایک کافر اور فاسق شخص تھا، جبکہ قرآن میں ذوالقرنین کی بڑائی بیان کی گئی ہے۔ ان کے مطابق، ذوالقرنین ایک نیک اور ولی شخص تھے، لیکن یہ یقینی طور پر نہیں کہا جا سکتا کہ وہ کون تھے۔

عام مؤرخین کا خیال ہے کہ سکندر ذوالقرنین وہی سکندر ہے جس کا دارالحکومت یونان تھا اور اس نے ہی اسکندریہ شہر کی بنیاد رکھی تھی۔ یہ سکندر حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے تقریباً تین سو سال پہلے ہوا تھا۔ تاہم، مختلف روایات بھی موجود ہیں۔ کچھ لوگوں کا خیال ہے کہ وہ ایک رومی نوجوان تھا، جبکہ کچھ کا خیال ہے کہ اس کا نام عبداللہ بن ضحاک تھا۔ حضرت سہیل بن سعد رضی اللہ عنہ کا کہنا ہے کہ دو ذوالقرنین تھے: ایک وہ جو یونانی تھا اور دوسرا وہ جو حضرت ابراہیم علیہ السلام کے زمانے میں ہوا تھا اور ملتِ ابراہیم کا پیروکار تھا اور حضرت ابراہیم علیہ السلام پر ایمان لایا تھا۔ قرآن میں جس ذوالقرنین کا ذکر ہے وہ یہی دوسرا ذوالقرنین ہے۔ چاہے وہ نبی ہو یا نہ ہو، اس بات میں کوئی شک نہیں ہے کہ سکندر ذوالقرنین ایک صالح، دیندار، مومن اور منصف مزاج بادشاہ تھا۔ اس کے برعکس، یونانی سکندر ایک کافر تھا اور ارسطو اس کا وزیر تھا۔[30]

مولانا ابوالکلام آزادؒ کا خیال ہے کہ حضرت سہیل بن سعد رضی اللہ عنہ کی روایت کو ترجیح دی جائے کیونکہ اس سے سکندر ذوالقرنین سے کفر کا شبہ دور ہو جاتا ہے۔ ان کے مطابق، قدیم مفسرین نے ذوالقرنین کے حوالے سے پانچ اقوال نقل کیے ہیں:

1) سرحد ایران و عرب کے خاندان لخمیه کا فرمانروا منذ بن امری القیس
2) یمن کا ایک مشہور بادشاہ العصب بن قرین بن الهمال
3) حضرت ابراہیم کا ہمعصر مشہور موحد اسکندر
4) یونان کا مشہور بادشاہ اسکندر مقدونی
5) ایران کا مشہور شہنشاہ سائرسِ اعظم

مولانا دریا آبادیؒ کا کہنا ہے کہ ذوالقرنین کی شخصیت کی وضاحت سے قرآن، حدیث اور تاریخ سب قاصر ہیں۔ اس لیے، اس کے بارے میں صرف قرائن و قیاسات ہی قائم کیے جا سکتے ہیں، کسی قطعی و حتمی تحقیق کی کوئی صورت نظر نہیں آتی۔[31]

مولانا ابوالکلام آزادؒ کے مطابق ذوالقرنین دراصل سائرسِ اعظم تھے۔ سائرسِ اعظم کا زمانہ 559 قبل از مسیح تھا اور وہ بردباری، رحمدلی اور بہادری کا پیکر تھے۔ انہوں نے دنیا کے متعدد حصوں کو اپنے تدبر، تفکر اور بلند حوصلہ کے ذریعے فتح کیا تھا۔ انہوں نے دنیا کے متعدد حصوں کو بلند حوصلہ اور تفکر و تدبر کے ذریعے فتح کیا۔ وہ رقم طراز ہیں کہ:

> "ذوالقرنین کے بارے میں سب سے پہلا مسئلہ جو مفسرین کے سامنے آیا وہ ان کا لقب تھا۔ عربی اور عبرانی دونوں زبانوں میں "قرن" کا مطلب سینگ ہے۔ اس لیے "ذوالقرنین" کا مطلب دو سینگوں والا ہوتا ہے۔ تاہم، تاریخ میں کسی ایسے بادشاہ کا سراغ نہیں ملتا جس کا ایسا لقب رہا ہو۔ اس لیے، مفسرین کو "قرن" کے معنی میں طرح طرح کے تکلفات کرنے پڑے۔ کچھ نے کہا کہ اس کا مطلب "زمانے کا بادشاہ" ہے، جبکہ دوسروں نے کہا کہ اس کا مطلب "قوت اور طاقت کا حامل" ہے۔ پھر، چونکہ فتوحات کی وسعت اور مغرب و مشرق کی حکمرانی کے لحاظ سے سکندر مقدونی کی شخصیت سب سے زیادہ مشہور رہی ہے، اس لیے متاخرین کی نظریں اسی کی طرف اٹھ گئیں۔ امام رازیؒ نے بھی سکندر ہی کو ذوالقرنین قرار دیا ہے۔ تاہم، بہت سے اعتراضات ہیں کہ سکندر ذوالقرنین نہیں ہو سکتا۔ نہ تو وہ خدا پرست تھا، نہ عادل تھا، نہ مفتوح قوموں کے لیے فیاض تھا، اور نہ ہی اس نے کوئی سد بنائی۔

بہرحال، مفسرین ذوالقرنین کی شخصیت کا سراغ نہ لگا سکے۔"[32]

مولانا ابوالکلام آزادؒ کا خیال ہے کہ ذوالقرنین اور سائرسِ اعظم ایک ہی شخصیت ہیں۔ وہ اس بات کی تائید کے لیے کئی دلائل پیش کرتے ہیں:

> "دانیال کی کتاب میں دو سینگوں والے بکرے کا خواب: دانیال نے خواب میں ایک دو سینگوں والے بکرے کو پوری دنیا فتح کرتے ہوئے دیکھا تھا۔ مولانا آزادؒ کا کہنا ہے کہ یہ بکرا سائرسِ اعظم کی نمائندگی کرتا ہے، جو ایک عظیم فاتح تھا۔ سائرسِ اعظم نے لیڈیا اور فارس کو ایک کر دیا اور بابل پر فتح حاصل کی۔ اس فتح کے نتیجے میں، یہودیوں کو غلامی سے آزادی ملی۔ یہ کارنامے ذوالقرنین کے کارناموں سے ملتے جلتے ہیں۔ مولانا آزادؒ کا کہنا ہے کہ اہل یہود ذوالقرنین سے بے حد محبت کرتے تھے کیونکہ اس نے انہیں غلامی سے آزاد کرایا تھا۔ یہ محبت دانیال کی کتاب میں بھی بیان کی گئی ہے۔ سائرسِ اعظم ایک رحم دل اور عادل حکمران تھا۔ اس نے غلاموں کو آزاد کرایا اور لوگوں کو مذہبی آزادی دی۔ یہ صفات ذوالقرنین کے کردار کے مطابق بھی ہیں۔"

اہل یہود نے نبی کریم ﷺ سے ذوالقرنین کے بارے میں سوال یونہی نہیں پوچھا تھا۔ بلکہ وہ ذولقرنین کے احسانوں کی وجہ سے ان سے محبت کرتے تھے۔ اور ان کا یہ خیال تھا کہ

ذوالقرنین کے متعلق ان کے علاوہ کوئی نہیں جانتا اس لیے انہوں نے سوال کیا۔ لیکن پھر بھی یہ کڑیاں ملانے کے باوجود اس کے متعلق کوئی حتمی یا تاریخی ثبوت کے طور پر اسے نہیں لیا جاسکتا۔ البتہ مولانا نے اسے ایک اہم اور مضبوط شہادت سے ذوالقرنین کا سائرس ہونا ثابت کیا۔ وہ رقم طراز ہیں:

"1837ء میں ایک اہم انکشاف ہوا جس نے ذوالقرنین کی شناخت کے بارے میں قیاس آرائیوں کو ایک تاریخی حقیقت میں تبدیل کر دیا۔ اس انکشاف سے معلوم ہوا کہ شہنشاہ سائرس کا لقب دراصل ذوالقرنین تھا۔ یہ صرف یہودیوں کا کوئی مذہبی تصور نہیں تھا بلکہ خود سائرس یا اس کے باشندوں کا تجویز کردہ اور پسندیدہ نام تھا۔ یہ انکشاف اصطخر (Pasargadac) کے کھنڈروں میں سائرس کی ایک سنگی مجسمے کی دریافت سے ہوا۔ اس مجسمے میں سائرس کا جسم اس طرح دکھایا گیا ہے کہ اس کے دونوں طرف عقاب کے پر نکلے ہوئے ہیں اور سر پر مینڈھے کے دو سینگ ہیں۔ اس انکشاف نے ذوالقرنین اور سائرس کی شناخت کے درمیان تمام شک و شبہات کو دور کر دیا۔ یہ واضح ہوگیا کہ یہ دونوں ایک ہی شخصیت تھے۔"[33]

مولانا آزادؒ ذوالقرنین اور سائرس کی شناخت کے ثبوت میں ایک اور روایت پیش کرتے ہیں۔ یہ روایت سدی کی ہے جسے قرطبی اور دیگر علماء نے بھی نقل کیا ہے۔ اس روایت میں یہودیوں کا ذکر ہے جو حضرت محمد ﷺ سے ایک نبی کے بارے میں پوچھتے ہیں جس کا نام تورات میں صرف ایک ہی مقام پر آیا ہے۔ حضرت محمد ﷺ انہیں بتاتے ہیں کہ وہ نبی ذوالقرنین ہے۔ مولانا آزادؒ کا کہنا ہے کہ یہودیوں کا یہ سوال اس بات کی نشاندہی کرتا ہے کہ وہ جانتے تھے کہ ذوالقرنین ایک حقیقی تاریخی شخصیت ہے۔ اگر وہ ذوالقرنین کو صرف ایک افسانوی کردار سمجھتے تو وہ حضرت محمد ﷺ سے اس کے بارے میں سوال نہیں کرتے۔ مولانا آزادؒ مزید کہتے ہیں کہ سائرس کی سنگی مجسمے کے انکشاف نے اس بات کی تصدیق کر دی ہے کہ اس کے سر پر دو سینگوں کا تاج تھا۔ یہ تاج فارس اور مادہ کے اتحاد کی علامت ہے۔ ذوالقرنین کے بارے میں بھی یہ کہا جاتا ہے کہ اس نے فارس اور مادہ کو ایک کر دیا تھا۔ اس لیے، مولانا آزادؒ کا نتیجہ یہ ہے کہ سائرس ہی وہ ذوالقرنین ہے جس کا ذکر قرآن میں کیا گیا ہے۔[34]

مولانا آزادؒ کا کہنا ہے کہ سائرس مذہب زردشت کا پیروکار تھا۔ مگر اس کے ساتھ ہی اس کی وضاحت میں یہ بھی فرماتے ہیں کہ زردشت مذہب ابتداء میں وحدانیت پرست مذہب کی حیثیت رکھتا تھا اور اس کی تمام تر تعلیمات انسانیت کی فلاح وبہبود اور ایک خدا کی عبادت کی دعوت دیتی تھیں۔ مگر صدیوں سے رائج مجوسیت کی تعلیمات سے یہ بھی متاثر ہوئے بغیر نہ رہ سکا اور اس کے خالص توحیدی اعتقادات کو ثنویت کے اعتقادات نے خود میں مدغم کرنے کی کوشش کی۔ مولانا کے مطابق جس طرح روم کی مسیحیت قدیم رومی بت پرستی کے رد عمل سے محفوظ نہ رہ سکی، اسی طرح زردشت کی خالص خداپرستانہ تعلیم بھی قدیم مجوسیت کے رد عمل سے بچ نہ سکی۔ خصوصاً ساسانی عہد میں جب وہ از سر نو مدون ہوئی تو اصل تعلیم سے بالکل ایک مختلف چیز بن چکی تھی۔[35]

مولانا آزاد کی تحقیق کے مطابق، زردشت کی وفات 550 قبل از مسیح سے 583 قبل از مسیح کے درمیان ہوئی تھی۔ سائرس نے 550 قبل از مسیح میں تخت سنبھالا تھا۔ اس سے پتہ چلتا ہے کہ زردشت اور سائرس ایک ہی دور میں رہتے تھے۔ مولانا آزاد کا خیال ہے کہ سائرس نے زردشت سے اس کی تعلیمات کو سمجھا اور اسی مذہب کو قبول کر لیا۔ اس طرح، سائرس وہ پہلا بادشاہ تھا جس نے زردشت مذہب کو اپنایا۔[36] (29)

آیات 86 تا 90

"حَتَّى إِذَا بَلَغَ مَغْرِبَ الشَّمْسِ وَجَدَهَا تَغْرُبُ فِي عَيْنٍ حَمِئَةٍ .... لَمْ نَجْعَلْ لَهُمْ مِنْ دُونِهَا سِتْرًا (90)"

ترجمہ: "یہاں تک کہ جب غروب آفتاب کے موقع پر پہنچے تو آفتاب ان کو ایک سیاہ رنگ کے پانی میں ڈوبتا ہوا دکھلائی دیا اور اس موقع پر انھوں نے ایک قوم دیکھی ہم نے (الہاماً) یہ کہا اے ذوالقرنین خواہ سزا دو اور خواہ ان کے بارے میں نرمی کا معاملہ اختیار کرو۔ ذوالقرنین نے عرض کیا (بہت اچھا اول دعوت ایمان ہی کروں گا) لیکن جو ظالم رہے گا سو اس کو تو ہم لوگ سزا دیں گے پھر وہ اپنے مالک حقیقی کے پاس پہنچا جاوے گا پھر وہ اس کو (دوزخ کی) سخت سزا دے گا۔ اور جو شخص ایمان لے آوے گا اور نیک عمل کرے گا تو اس کے لیے (آخرت میں بھی) بدلے میں بھلائی ملے گی اور ہم (دنیا میں بھی) اپنے برتاؤ میں اس کو آسان (اور نرم) بات کہیں گے۔ پھر ایک (دوسری) راہ پر ہولیے۔ یہاں تک کہ جب (مسافت قطع کرکے) طلوع آفتاب کے موقع پر پہنچے آفتاب کو ایک ایسی قوم پر طلوع ہوتے دیکھا جن کے لیے ہم نے آفتاب کے اوپر کوئی آڑ نہیں رکھی"۔

تفسیری نکات:

"وَإِمَّا أَنْ تَتَّخِذَ فِيهِمْ حُسْنًا": روایت ہے کہ یہ لوگ کافر تھے اللہ تعالیٰ نے ذوالقرنین کو وحی بھیج دی کہ ان لوگوں کو یا تو قتل کردیں یا پھر نرمی سے ان کو ہدایت کر دیں۔ اس سے معلوم ہوا کہ ذوالقرنین پیغمبر تھا، بعض حضرات نے فرمایا ہے کہ آپ اللہ پاک کے ولی تھے اور اسی کام کا الہام کر دیا گیا۔ واللہ اعلم وعلمہ اتم واحکم۔

"مِنْ دُونِهَا سِتْرًا": ان لوگوں کی زمین بڑی نرم تھی جس سے دیوار نہیں بنتی تھی انہوں نے اپنے لئے تہہ خانے بنائے تھے۔ سورج نکلتے وقت زیادہ گرمی میں یا تو ان تہہ خانوں یا سرنگوں میں چھپ جاتے تھے، جب سورج نکل آتا تو پھر وہ باہر نکل آتے۔[37]

آیات 91 تا 95

CC BY

"كَذَٰلِكَ وَقَدْ أَحَطْنَا بِمَا لَدَيْهِ خُبْرًا ....فَأَعِينُونِي بِقُوَّةٍ أَجْعَلْ بَيْنَكُمْ وَبَيْنَهُمْ رَدْمًا (95)"

ترجمہ:"یہ قصہ اسی طرح ہے اور ذوالقرنین کے پاس جو کچھ (سامان وغیرہ) تھا ہم کو اس کی پوری خبر ہے۔ پھر (مشرق و مغرب فتح کر کے) ایک اور راہ پر ہو لیے۔یہاں تک کہ جب دو پہاڑوں کے درمیان پہنچے تو ان پہاڑوں سے اس طرف ایک قوم کو دیکھا جو کوئی بات سمجھنے کے قریب بھی نہیں پہنچے۔ انھوں نے (ذوالقرنین سے) عرض کیا کہ اے ذوالقرنین قوم یاجوج وماجوج (جو اس گھاٹی کے اس طرف رہتے ہیں ہماری) اس سرزمین میں (کبھی کبھی) بڑا فساد مچاتے ہیں سو کیا ہم لوگ آپ کے لیے کچھ چندہ جمع کر دیں اس شرط پر کہ آپ ہمارے درمیان میں کوئی روک بنادیں (وہ پھر نہ آنے پاویں)۔ ذوالقرنین نے جواب دیا کہ جس مال میں میرے رب نے مجھے جتنا اختیار دیا ہے وہ بہت کچھ ہے سو (مال کی تو مجھے ضرورت نہیں) البتہ ہاتھ پاؤں سے میری مدد کرو"۔

تفسیری نکات:

"لَا يَكَادُونَ يَفْقَهُونَ قَوْلًا": یعنی ان کی زبان کے ساتھ کسی زبان کی موافقت نہیں تھی ان کے اور یاجوج ماجوج کے درمیان دو پہاڑ تھے یہی رکاوٹ تھی جسے وہ عبور نہیں کر سکتے تھے لیکن ان کے درمیان ایک راستہ تھا جس سے یاجوج ماجوج لوگوں کو لوٹنے کے لئے آجایا کرتے تھے۔[38]

"قَالُوا يَا ذَا الْقَرْنَيْنِ": حضرت ابوہریرہؓ سے ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ میں نہیں جانتا کہ تُبَّع پیغمبر تھے کہ نہیں، اور یہ بھی نہیں جانتا کہ ذوالقرنین پیغمبر تھے کہ نہیں اور میں نہیں جانتا کہ حدود گناہوں کو مٹا دیتی ہے کہ نہیں۔ اس حدیث کو عبد الرزاق، ابن منذر اور حاکم نے نقل کیا ہے"۔[39]

آیات 96 تا 100

"آتُونِي زُبَرَ الْحَدِيدِ حَتَّىٰ إِذَا سَاوَىٰ بَيْنَ الصَّدَفَيْنِ .... يَوْمَئِذٍ لِّلْكَافِرِينَ عَرْضًا (100)"

ترجمہ: "(تو) میں تمہارے اور ان کے درمیان میں خوب مضبوط دیوار بنادوں (اچھا تو) تم لوگ میرے پاس لوہے کی چادریں لاؤ یہاں تک کہ جب (ردے ملاتے ملاتے) ان کے دونوں سروں کے بیچ (کے خلا) کو برابر کر دیا تو حکم دیا کہ دھونکو (دھونکنا شروع ہو گیا) یہاں تک کہ جب اس کو لال انگارا کر دیا تو (اس وقت) حکم دیا کہ اب میرے پاس پگھلتا ہوا تانبا لاؤ (جو پہلے سے تیار کرا لیا گیا ہو گا) کہ اس پر ڈال دوں۔ سو نا تو یاجوج ماجوج اس پر چڑھ سکتے ہیں اور (غایت استحکام کے باعث) نہ اس میں نقب دے سکتے ہیں۔ ذوالقرنین نے کہا (یہ تیاری دیوار کی) میرے رب کی ایک رحمت ہے پھر جس نوقت میرے رب کا وعدہ آئے گا (یعنی اس کے فنا کا وقت آئے گا) تو اس کو ڈھا کر (زمین کے) برابر کر دے گا اور میرے رب کا ہر وعدہ برحق ہے۔ اور ہم اس روز ان کی یہ حالت کریں گے کہ ایک میں ایک گڈمڈ ہو جاویں گے اور صور پھونکا جاوے گا پھر ہم سب کو ایک ایک کر کے جمع کر لیں گے۔ اور دوزخ کو اس روز کافروں کے سامنے پیش کر دیں گے"۔

تفسیری نکات:

" إِذَا جَعَلَهُ نَارًا": یعنی لال آگ کی طرح۔ **" فَمَا اسْطَاعُوا"**: یعنی یاجوج ماجوج۔

"وَكَانَ وَعْدُ رَبِّي حَقًّا": ام المؤمنین حضرت زینبؓ سے روایت ہے کہ ایک دن رسول کریم ﷺ میرے گھر بڑی پریشانی کی حالت میں تشریف لائیں اور فرمایا کہ لا الہ الا اللہ عرب کے لئے ہلاکت ہے اس شر سے جو آج یاجوج ماجوج کے بند میں اس قدر سوراخ ہو گیا، آپؐ نے اپنے انگوٹھے اور شہادت کی انگلی کا حلقہ بنایا، حضرت زینب کہتی ہے کہ میں نے عرض کیا کہ اے اللہ کے رسول ﷺ! کیا ہم ہلاک ہو جائیں گے اور ہمارے درمیان نیک لوگ موجود ہوں گے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ ہاں اس وقت برے کام یعنی زنا عام ہو جائے گا۔[40]

"يَوْمَئِذٍ يَمُوجُ فِي بَعْضٍ": یعنی یہ یاجوج ماجوج ایک ہی دفعہ پانی کے چپے جو ایک دوسرے میں گھس جاتے ہیں کی طرح بہت زیادہ نکل آئیں گے، یہ وہ وقت ہو گا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے ہاتھوں دجال ہلاک ہوا ہو گا اور آپؑ مومنوں کے ساتھ یاجوج ماجوج کے ڈر سے کوہ طور میں پناہ لیے ہوئے ہوں گے۔

مفسرین کی رائے: مولانا شبیر احمد عثمانیؒ نے یاجوج وماجوج کے بارے میں اپنے خیالات کا اظہار اپنی تفسیر میں کیا ہے۔ وہ اس بات پر اکتفا کرتے ہیں کہ "واللہ اعلم"۔ لیکن اس کے ساتھ ساتھ ایک ضعیف روایت جو کہ کعب الاحبار سے مروی ہے نقل کرتے ہوئے رقم طراز ہیں:

"کعب احبار اور نووی جمہور علماء سے نقل کرتے ہیں کہ ذوالقرنین کا سلسلہ نسب باپ کی طرف سے حضرت آدمؑ پر منتہی ہوتا ہے مگر والدہ کی طرف سے بی بی حوا تک نہیں پہنچتا، گویا کہ وہ عام آدمیوں کے محض باپ شریک بھائی ہوئے۔"[41]

مولانا احمد سعید دہلویؒ یاجوج وماجوج کے بارے میں کوئی تحقیقی قول نقل نہیں کرتے اور اس معاملے کو مستقبل کے انکشافات پر چھوڑ دیتے ہیں۔ کہتے ہیں:

"یاجوج وماجوج ایک غیر معمولی طاقت رکھنے والی قوم ہو گی۔ اس وقت تک اس قوم اور اس کی دیوار کا پتہ نہیں چل سکا ہے، لیکن مستقبل میں اس کا سراغ ملنے کا امکان

CC BY

ہے۔جیسا کہ بر اعظم معلوم ہوئے۔"[42]

مولانا دریابادیؒ نے اس کے بارے میں مختلف اقوال بیان کیے ہیں، لیکن اپنی کوئی حتمی رائے نہیں قائم کی۔ ان کے خیال میں، یہ منگولی قبیلے ہو سکتے ہیں جو پہاڑوں کی دوسری طرف آباد تھے اور کبھی کبھی تُرکوں پر حملہ کرتے تھے۔ یاجوج اور ماجوج کے نام ان کی شدتِ شورش کی بنا پر پڑے ہوں گے۔ کچھ لوگوں کا خیال ہے کہ یہ دو قومیں ہیں، جبکہ کچھ کا خیال ہے کہ یاجوج قوم کا نہیں بلکہ مقام کا نام ہے۔ ایک اور قول یہ ہے کہ یاجوج یافث بن نوحؑ کی نسل سے ہے۔ عام طور پر ان لوگوں کی سکونت ایشیاء کو چک اور آرمینیا میں سمجھی جاتی ہے، لیکن کچھ لوگوں کا خیال ہے کہ یہ ستھیین (Saythins) یا تورانی قومیں ہیں۔ بہر حال، بائبل اور اس کی شروح سے قرآنی یاجوج وماجوج پر زیادہ روشنی نہیں پڑتی۔[43]

یاجوج وماجوج کے بارے میں مختلف علماء کے مختلف خیالات ہیں۔ مولانا احمد سعید دہلویؒ یاجوج وماجوج کے بارے میں مولانا شبیر احمد عثمانیؒ کے خیالات کو نقل نہیں کرتے اور اس معاملے کو مستقبل کے انکشافات پر چھوڑ دیتے ہیں۔ ان کا خیال ہے کہ یاجوج وماجوج ایک غیر معمولی طاقت کی مالک قوم ہو گی، لیکن اس وقت تک اس قوم اور اس کی دیوار کا پتہ نہیں چلا ہے۔ مولانا دریابادیؒ نے یاجوج وماجوج کے بارے میں مختلف اقوال بیان کیے ہیں، لیکن اپنی کوئی حتمی رائے نہیں قائم کی۔ ان کا خیال ہے کہ یہ منگولی قبیلے ہو سکتے ہیں جو پہاڑوں کی دوسری طرف آباد تھے اور کبھی کبھی تُرکوں پر حملہ کرتے تھے۔ مولانا آزادؒ کی تحقیق کے مطابق، یاجوج وماجوج ایک ہی قوم ہے جو شمال مشرقی میدانوں سے تعلق رکھتی تھی۔ یہ ایک وحشی اور طاقتور قوم تھی جس نے قبل از تاریخ سے لے کر نویں صدی عیسوی تک مغرب پر حملے کیے۔ ان علماء کے خیالات میں کچھ اختلافات ہیں، لیکن وہ سب اس بات پر متفق ہیں کہ یاجوج وماجوج ایک حقیقی قوم تھی جو بہت طاقتور تھی۔

مولانا آزادؒ کی تحقیق یہ ہے کہ تمام تاریخی قرائن متفق طور پر شہادت دے رہے ہیں کہ اس سے مقصود صرف ایک ہی قوم ہو سکتی ہے۔ اس کے سوا کوئی نہیں۔ یعنی شمال مشرقی میدانوں کے وہ وحشی مگر طاقتور قبائل جن کا سیلاب قبل از تاریخ سے لے کر نویں صدی مسیحی تک برابر مغرب کی طرف امنڈ تا رہا، جن کے مشرقی حملوں کی روک تھام کے لئے چینیوں کو سینکڑوں میل لمبی دیوار چین بنانی پڑی جن کی مختلف شاخیں تاریخ میں مختلف ناموں سے پکاری گئی ہیں اور جن کا آخری قبیلہ یورپ میں میگر کے نام سے روشناس ہوا اور ایشیاء میں تاتاریوں کے نام سے۔ اس قوم کی ایک شاخ تھی جسے یونانیوں نے سیتھین (seythian) کے نام سے پکارا ہے اور اسی کے حملوں کی روک تھام کے لئے سائرس نے سد تعمیر کی تھی۔ شمال مشرق کے اس علاقے کا بڑا حصہ اب منگولیا کہلاتا ہے۔[44]

مولانا آزادؒ کے مطابق اس میں کوئی شبہ نہیں کہ یاجوج وماجوج سے مقصود یہی منگولین قوم اور اس کی تمام صحرا نورد اور وحشی شاخیں ہیں۔[45]

CC BY

نتائج

- اس ارٹیکل میں مولوی عبدالحق ؒ کی شہرہ افاق تفسیر "تفسیر دارمنگی کی روشنی میں اصحاب کہف اور ذوالقرنین کی تفسیری نکات اور دوسرے علماء کی رائے ذکرکئے گئے ہیں ۔
- مولوی عبدالحق ؒ نے اصحاب کہف اور ذوالقرنین کے واقعات میں انتہائی اختصار کے ساتھ تفسری نکات ذکر کئے ہیں ۔
- اصحاف کہف کے تعداد میں پہلے قول کو یھودیوں دوسرا عیسائیوں اور تیسرے قول کو مسلمانوں کا قول قرار دیا ہے ۔
- مولوی عبدالحق ؒ نےاصحاب کہف کی مدت میں 300 سال کوشمشی اور 309 سال قمری حساب سے قرار دیا ہے۔
- مولوی عبدالحق ؒ نے ذوالقرنین کی نبوت میں شک کا اظہار کیا ہے ۔اور اس کو ابراہیم کا ہم عصراور دوست قرار دیا ہے۔
- مولانا ابوالکلام آزادؒ نے سائرس کو ذوالقرنین قرار دیا ہے ۔اور ان کے مفسرین کے اقوال نقل کرکے اس پر رد کیا ہے۔
- مولانا ابو الکلام کے ہاں یاجوج اور ماجوج منگولین ہی ہے ۔

CC BY

مصادر و مراجع (References)

1. قرآن
2. ابن کثیر ، اسماعیل بن کثیر ، تفسیر القرآن العظیم، دار احیاء التراث العربی، بیروت، 1982ء۔
3. ابو الفداء، الشیخ ، اسماعیل حقی بن مصطفیٰ الاستانبولی الحنفی الخلوتی المولی البروسوی (م 137)، روح البیان فی تفسیر القرآن، مکتبہ اسلامیہ کوئٹہ، 1985ء ۔
4. ابو عبد اللہ، محمد بن عبد اللہ بن محمد (م: 405ھ) ، المستدرک علی الصحیحین ، دار الکتب العلمیۃ ۔ بیروت، 1411ھ ۔ 1990ء۔
5. ابوعبد اللہ ، احمدبن محمدبن حنبل بن ہلال بن اسدالشیبانی (م241ھ) ، مسندالامام احمد بن حنبل ، مؤسسہ الرسالۃ ۔ بیروت ، 1421ھ ۔ 2001ء۔
6. ابی الطیب ،صدیق بن حسن بن علی حسین خان، تفسیر فتح البیان ، دار الکتب العلمیہ بیروت،1999ء۔
7. آزاد،مولانا ابوالکلام،ترجمان القرآن ،ساتہیہ اکیڈمی ،دہلی،س،ن۔
8. دریاآبادی،مولانا عبدالماجد،تفسیر ماجدی،مجلس نشریات اسلام ،کراچی،س،ن۔
9. دہلوی،مولانا احمد سعید ،کشف الرحمن ،ناشرمحمد مسلم بن برکت اللہ ،کراچی،1965ء۔
10. صاحب عبید اللہ بن عبد الحق، مولوی، انٹرویو، بمقام جامع مسجد دار منگی، بتاریخ 2021/1/3 بوقت شام 6 بجے
11. عبد القادر بن شاہ ولی اللہ ،تفسیر موضح القرآن ، حاجی ملک دین اینڈ سنز کتب پبلیشر اردو بازار لاہور۔
12. عبدالحق دارمنگیؒ(1917)، مولانا ، قرآن مجید پشتو مترجم(تفسیر دارمنگی)،حفصہ قرآن کمپنی پشاور۔
13. عثمانی،مولانا شبیر احمد(1949ء)،تفسیر عثمانی،دارالتصنیف لیمٹڈ،کراچی،1395ھ
14. عطاالرحمٰن بن عبید الحق بن شیخ عبد الحق، پروفیسر، انٹرویو، بمقام گاؤں دار منگی بتاریخ 021 / 1 / 3 بوقت شام 5 بجے
15. فضل الباری بن عبد الباقی بن مولوی عبید الحق بن شیخ عبد الحق، ڈاکٹر، انٹرویو، بمقام گاؤں دار منگی بتاریخ 2021/1/3 بعد از نماز مغرب۔
16. مرادعلی خان ، مولانا، تفسیریسر ، المکتبہ حقانیہ محلہ جنگی پشاور ۔

---

[1] سورۃ ابراہیم:1

[2] سورۃ النحل:89

[3] سورۃ ھود:49

[4] مولانا عبدالحق دار منگی رحمۃ اللہ علیہ مولانا عبدالرب کے بیٹے اور مولانا خدا بخش کے پوتے تھے۔ آپؒ 1845ء کو دار منگی نامی علاقے میں پیدا ہوئے۔ در اصل آپؒ خٹک قوم سے تعلق رکھتے تھے جو کہ پشتون قبائل کی ایک بڑی قوم ہے آپؒ کے اباواجداد افغانستان سے ہجرت کر کے پاکستان کے صوبہ خیبر پختونخواہ سینی خیل جو کہ کوہاٹ اور باندہ داؤد شاہ کے درمیان ایک علاقہ ہے میں آباد ہوئے۔ کچھ عرصہ یہاں رہے پھر یہاں سے اکوڑہ خٹک منتقل ہوئے۔ آپ کے اباواجداد صاحب علم، متقی اور پرہیز گار تھے. مولانا عبدالحق دار منگیؒ کی نا قابل فراموش خدمات کا دور 1882ء سے 1913ء تک رہا، چنانچہ معلوم ہوتا ہے کہ مولانا عبدالحق دار منگیؒ اپنی پوری زندگی درس وتدریس اور تصنیف کے لئے وقف کر دی تھی۔ آپ کے درجہ ذیل تصانیف ملتے ہیں۔ 1۔ تفسیر دار منگی 2۔ شرح مشکوۃ المصابیح 3۔ غنیۃ الطالبین۔ 4۔ مراد علی کاموی رحمہ اللہ تعالیٰ کی تفسیر (تفسیر یسیر) کا حاشیہ وفات: مولانا عبدالحق دار منگیؒ 1917ء کو 72 سال کی عمر میں انتقال کر گئے۔ "انا للہ وانا الیہ راجعون" (پروفیسر عطاء الرحمٰن بن عبید الحق بن شیخ عبد الحق بمقام گاؤں دار منگی بتاریخ 021 / 1 / 3 بوقت شام 5 بجے، انٹرویو، ڈاکٹر فضل الباری بن عبد الباقی بن مولوی عبید الحق بن شیخ عبد الحق بمقام گاؤں دار منگی بتاریخ 2021/1/3 بعد از نماز مغرب، انٹرویو، مولوی صاحب عبید اللہ بن عبد الحق بمقام جامع مسجد دار منگی بتاریخ 2021/1/3 بوقت شام 6 بجے)

[5] تفسیر دار منگی: مولوی عبد الحقؒ کی مختصر حاشیہ کی صورت میں لکھی گئی پشتوں زبان کی یہ تفسیر جسے قدیمی کتب خانہ پشاور سے شائع کی گئی ہے۔ آپ نے یہ تفسیر 1325ھ میں مکمل کی۔ یہ انتہائی سادہ عام فہم اور خالص عوامی زبان میں لکھی گئی ہے۔ ترجمہ کرتے وقت آپؒ نے خالص عوامی زبان استعمال کیا ہے، فارسی اور عربی کے ثقیل الفاظ بالکل ترک کر دئے۔ یہ تفسیر تقریباً ایک ہزار صفحات پر محتوی ہے۔

آپؒ نے ترجمے کے حواشی درج ذیل تفاسیر سے نقل کیے ہیں۔

1۔ تفسیر ابن کثیر 2۔ تفسیر ابن عباس 3۔ تفسیر معالم التنزیل 4۔ تفسیر مدارک 5۔ تفسیر روح البیان 6۔ تفسیر موضح القرآن 7۔ تفسیر فتح الرحمٰن، 8۔ تفسیر وحیدی، 9۔ تفسیر فتح البیان، 10۔ تفسیر حسینی 11۔ تفسیر فتح العزیز 12۔ تفسیر یسیر

CC BY

[6] مولانا عبدالحق دار منگیؒ (1917)، قرآن مجید پشتو مترجم (تفسیر دار منگی)، حفصہ قرآن کمپنی پشاور، 1:295؛ الشیخ، ابو الفداء، اسماعیل حقی بن مصطفیٰ الاستانبولی الحنفی الخلوتی المولی البروسوی (م 137)؛ روح البیان فی تفسیر القرآن، مکتبہ اسلامیہ کوئٹہ، 1985ء۔ ؛ سورۃ الکہف، بذیل آیت:9

[7] دہلوی، مولانا احمد سعید، کشف الرحمن، ناشر محمد مسلم بن برکت اللہ، کراچی، 1965ء)، 1:468

[8] ۔ دریا آبادی، مولانا عبدالماجد، تفسیر ماجدی، مجلس نشریات اسلام (کراچی، س،ن)، 3:97

[9] آزاد، مولانا ابو الکلام، ترجمان القرآن، (ساہتیہ اکیڈمی، دہلی، س،ن)، 1:59

[10] مولانا عبدالحق، تفسیر دار منگی، 1:295؛ اسماعیل حقی، روح البیان، سورۃ الکہف، بذیل آیت:10

[11] عثمانی، مولانا شبیر احمد (1949ء)، تفسیر عثمانی، (دارالتصنیف لیمٹڈ، کراچی، 1395ھ)، 1:381

[12] عبدالماجد دریا آبادی، تفسیر ماجدی، 3:96

[13] تھانوی، مولانا اشرف علی، بیان القرآن، 2:232

[14] احمد سعید دہلوی، کشف الرحمن، 1:471

[15] عبدالماجد دریا آبادی، تفسیر ماجدی، 3:101

[16] ابو الکلام آزاد، ترجمان القرآن، 2:395

[17] مولانا عبدالحق، تفسیر دار منگی، 1:295: مراد علی خان، مولانا، تفسیر یسر، المکتبہ حقانیہ محلہ جنگی پشاور، سورۃ الکہف، بذیل آیت:11

[18] ایضاً: اسماعیل حقی، روح البیان، سورۃ الکہف، بذیل آیت:14 ، مراد علی، تفسیر یسیر، سورۃ الکہف، بذیل آیت:14

[19] مولانا عبدالحق، تفسیر دار منگی، 1:296: مراد علی، تفسیر یسیر، سورۃ الکہف، بذیل آیت : 16

[20] ایضاً: اسماعیل حقی، روح البیان، سورۃ الکہف، بذیل آیت :18

[21] ایضاً: مراد علی، تفسیر یسیر، سورۃ الکہف، بذیل آیت :18

[22] مولانا عبدالحق، تفسیر دار منگی، 1:297:

[23] ایضاً: مراد علی، تفسیر یسیر، سورۃ الکہف، بذیل آیت: 20

[24] مولانا عبدالحق، تفسیر دار منگی، 1:297: اسماعیل حقی، روح البیان، سورۃ الکہف، بذیل آیت :21

[25] ایضاً: مراد علی، تفسیر یسیر، سورۃ الکہف، بذیل آیت: 25

[26] مولانا عبدالحق، تفسیر دار منگی، 1:298: مراد علی، تفسیر یسیر، سورۃ الکہف، بذیل آیۃ:26

[27] ایضاً، 1:303: عبدالقادر بن شاہ ولی اللہ تفسیر موضح القرآن، حاجی ملک دین اینڈ سنز کتب پبلیشر اردو بازار لاہور،، سورۃ الکہف، بذیل آیت:83

[28] ایضاً، 1:303: اسماعیل حقی، روح البیان، سورۃ الکہف، بذیل آیت:84

[29] اشرف علی تھانوی، بیان القرآن، 2:254

[30] احمد سعید دہلوی، کشف الرحمن، 2:484

[31] عبدالماجد دریا آبادی، تفسیر ماجدی، 3:151

[32] ابو الکلام آزاد، ترجمان القرآن، 2:400

[33] ابو اکلام آزاد، ترجمان القرآن، 2:401

[34] ابو اکلام آزاد، ترجمان القرآن، 2:410

[35] ابو اکلام آزاد، ترجمان القرآن، 2:416

[36] ابو اکلام آزاد، ترجمان القرآن، 2:430

[37] مولانا عبدالحق، تفسیر دار منگی، 1:304: اسماعیل حقی، روح البیان، سورۃ الکہف، بذیل آیت :90

CC BY

[38]مولانا عبد الحق، تفسیر دار منگی،1:305:شاہ عبد القادر، موضح القرآن، سورۃ الکہف، بذیل آیت :93

[39] ایضاً:صدیق خان، فتح البیان فی مقاصد القرآن، سورۃ الکھف، بذیل آیت: 82،حاکم، ابوعبداللہ محمد بن عبد اللہ بن محمد (م:405ھ)، المستدرک علی الصحیحین ،باب نمبر5، باب واما حدیث اسماعیل بن جعفر بن ابی کثیر،2 / 17،488 ،ح:2174،3682 ،دار الکتب العلمیۃ۔بیروت،1411ھ۔1990ء۔

[40] مولانا عبد الحق، تفسیر دار منگی،1:305:اسماعیل حقی، روح البیان، سورۃ الکہف، بذیل آیت:98، ابوعبداللہ، احمد بن محمد بن حنبل بن ہلال بن اسد الشیبانی(م241ھ)، مسند الامام احمد بن حنبل، مؤسسہ الرسالۃ۔بیروت،1421ھ۔2001ء، حدیث زینب بنت جحش،45 / 404،ح:27414

[41]شبیر احمد عثمانی، تفسیر عثمانی،393

[42]احمد سعید دہلوی، کشف الرحمن،2:384

[43]عبد الماجد دریا آبادی، تفسیر ماجدی،3:851

[44]ابوالکلام آزاد، ترجمان القرآن،2:52

[45]ابوالکلام آزاد، ترجمان القرآن،2:52

CC BY